اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

صادقین سے مراد:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ مفسّرین نے لکھا ہے کہ صادقین سے مراد مشائخ صوفیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ ہم ایسے صاحب نسبت لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔

صادقین کا دوام:

آج دنیا کہتی ہے کہ جنید اور بایزید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تو اب نہیں ہیں۔ سچے آدمی تو ملتے نہیں، کیا کریں ؟ یہ بات غور طلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمادیا کہ اے ایمان والو! تم سچوں کی صحبت اختیار کرو، تو یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ اس لئے جب تک ایمان والے موجود رہیں گے تب تک صادقین بھی موجود رہیں گے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ صادقین ختم ہو جائیں اور قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرنا ناممکن ہو جائے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت نا قابل عمل ہو جائے۔ اگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قیامت تک قرآن مجید قابل عمل کتاب ہے تو ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین کرنی چاہئے کہ صادقین کی جماعت بھی ہر دور اور ہر زمانے میں رہے گی۔

صادقین کی تلاش:

البتہ صادقین کی جماعت تلاش کرنی پڑتی ہے۔ اسے ڈھونڈنا ہماری ذمہ داری ہے۔ دنیا کے معاملات میں ہم کتنی چیزوں کو ڈھونڈتے ہیں جب کہ یہ تو ہمارا اللہ رب العزت سے تعلّق کا معاملہ ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اس معاملہ میں بھی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ اور اگر زندگی میں کوئی ایسا آدمی مل جائے تو اس کی صحبت کو کیمیائے احمر کی مانند سمجھیں کیونکہ ان بزرگوں کی نظر تریاق ہوتی ہے اور ان کی توجہ میں دل کی شفا ہوتی ہے۔

برکت ہی برکت:

نسبت ایک نور ہے۔ وہ نور جب کسی کے سینے میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سراپا برکت بنا دیتے ہیں۔ اس کے دیکھنے میں برکت، بولنے میں برکت، اس کے عمل میں برکت، اس کے فیصلے میں برکت، اور وہ جہاں بیٹھتے ہیں اس جگہ پر برکتیں آ جاتی ہیں۔ بلکہ کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جو سراپا تبرک بن جاتے ہیں۔ وہ جس شہر سے گزر جائیں وہاں ان کی برکتیں اثر انداز ہو جاتی ہیں۔

برکت کے حصول کی ایک شرط:

ان برکتوں کو حاصل کرنے کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ انسان ان صاحب نسبت لوگوں کے ساتھ محبّت پیدا کرے۔ جتنی محبّت راسخ ہوگی اتنا ہی فیض کا اجرا جلدی ہوگا۔ جتنا تعلّق مضبوط سے اضبط ہوگا اتنا ہی یہ برقی رو جلدی دوڑے گی۔ اور کبھی کبھی تو ایک لمحہ کی توجہ بھی بندے کی زندگی کا مقصد پورا کر دیتی ہے۔ لیکن اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہوتا ہے۔

مادے سے پار دیکھنے والی نگاہیں:

اللہ والے اپنی مرضی سے توجہ نہیں ڈالتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں باتیں ڈالتے ہیں۔ خواجہ عبد

الما لک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں توجہ دوں تو ایک ہی لمحہ میں پورے مجمع کو تڑپا کے رکھ دوں مگر اوپر سے مجھے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ رب العزت ان کو بصیرت دے دیتے ہیں اوران کی نگاہیں مادے سے پار دیکھتی ہیں۔

تکبیر تحریمہ سے پہلے بیت اللہ کی زیارت:

خواجہ عبدالما لک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اکوڑہ خٹک کے مدرسہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں علما کا پندرہ روزہ تربیتی پروگرام تھا۔ ایک عالم نے ان سے سوال کیا کہ حضرت! میں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ آپ جب بھی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اقامت ہو جاتی ہے مگر آپ جلدی نیت نہیں باندھتے، تھوڑا سا ٹھہر کر نیت باندھتے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ آپ لوگ تو علما ہیں، آپ کی توجہ الی اللہ کی کیفیت ہر وقت بنی رہتی ہے مگر میں تو فقیر آدمی ہوں، نماز پڑھانے کے لئے مصلّے پر کھڑا ہوتا ہوں تو جب تک مجھے سامنے بیت اللہ نظر نہیں آتا میں اس وقت تک نماز کی نیت نہیں باندھا کرتا۔ جن کو نسبت کا نور نصیب ہو جاتا ہے تو پھر وہ ایسی نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی ایک دعا:

یہ وہ نعمت ہے جس کے بارے میں نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ اے اللہ! ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دیجئے جیسے کہ وہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو چیزوں کی حقیقت دکھا دیتے ہیں اور ان کے سامنے انسان کے دل بھی کھل جاتے ہیں۔ وہ انسانوں کے دلوں کو یوں پڑھ رہے ہوتے ہیں جیسے ہم کھلی ہوئی کتاب کو پڑھتے ہیں۔

لعنت ایسے پیر پر:

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کراچی میں تھے۔ ایک صاحب ان کو وہاں ملنے کے لئے آئے۔ کسی دوسرے آدمی نے کہا، حضرت! یہ شخص دل میں دنیا لے کر آپ کے پاس آیا ہے۔ حضرت نے جب اس کی یہ بات سنی تو اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ میں لعنت بھیجتا ہوں ایسے پیر پر جس کے پاس کوئی مرید آئے اور اسے پتہ بھی نہ چلے کہ یہ کس مقصد کے لئے آیا ہے۔

ایک ذاتی واقعہ:

یہ عاجز ایک مرتبہ ایک عالم کو لے کر حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چکوال حاضر ہوا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اتنے بڑے عالم میرے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، اس لئے بہتر ہے کہ میں ان کے بارے میں حضرت کو کچھ بتا دوں۔ چنانچہ ہم جیسے ہی حضرت سے ملے، میں نے عرض کیا، حضرت! یہ ایک بڑے عالم ہیں جو آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت فرمانے لگے ''چپ کر میں اسے پہلے ہی پڑھ چکا ہوں''۔ حضرت نے یہ الفاظ مسجد میں کھڑے ہو کر ارشاد فرمائے۔

دلوں کے جاسوس:

اللہ والے جواسیس القلوب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال ان پر کھول دیتے ہیں۔ اس لئے بندہ جب ان کی صحبت میں بیٹھے تو اپنے دل کو سنبھال کر بیٹھے۔ کہتے ہیں کہ جب کسی حاکم کی صحبت میں بیٹھو تو اپنی نگاہوں کو سنبھال کر بیٹھو، کیونکہ حاکم کے علاوہ ادھر ادھر دیکھو گے تو وہ اپنا ڈنڈا چلائے گا اور اپنا اختیار استعمال کرے گا۔ اگر علما کی صحبت میں بیٹھو تو اپنی زبان کو سنبھال کر بیٹھو، اس لئے کہ اگر کوئی لفظ آگے پیچھے ہو گیا تو مفتی حضرات فتویٰ لگا دیں گے اور اگر اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھو تو اپنے دلوں کو سنبھال کر

بیٹھو۔

سپردگی اور شفقت:

دل متوجہ ہوں تو توجہ بھی ان پر اثر کرتی ہے۔اس لئے جب بھی آدمی اپنے شیخ کی محفل میں بیٹھے ہمہ تن متوجہ ہو کر بیٹھے۔ایک طرف سے محبّت اور سپردگی ہو، دوسری طرف سے شفقت اور عنایت ہو تو اللہ تعالیٰ بندے کا کام بنا دیا کرتے ہیں۔اس لئے شیخ کے ساتھ محبّت کی نسبت کو اور زیادہ مضبوط کیجئے۔

سلسلہء نقشبندیہ کی وجہ تسمیہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کے ساتھ نسبت اتحادی نصیب تھی۔ ہمارا یہ سلسلہء نقشبندیہ صدیقی نسبت رکھنے والا ہے۔اس سلسلہ کا نام ابتدا میں ''صدیقیہ سلسلہ'' تھا۔لیکن خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس سلسلہ کا نام ''سلسلہ نقشبندیہ'' مشہور ہو گیا۔کیونکہ ان کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ سالکین کے دلوں پر اللہ اللہ کی ضرب لگاتے تھے تو كَانَ يُنَقِّشُ اِسْمِ اللّٰه عَلٰی قُلُوْبِ السَّالِكِيْن وہ سالکین کے دلوں پر اللہ کا نام نقش کر دیتے تھے۔

صدیقی رضی اللہ عنہ نسبت ایک مضبوط نسبت:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام سے کمالات ولایت سب سے زیادہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حاصل کئے اور کمالات نبوت سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاصل کئے۔اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے زیادہ مضبوط نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی۔ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنا تعلّق تھا کہ اگر ان کے حالات زندگی کو پڑھا جائے تو بالکل ایک جیسے حالات نظر آتے ہیں۔آج اس محفل میں بات کرنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ آپ کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ ہماری نسبت

صدیقی نسبت ہے جو کہ ایک مضبوط ترین نسبت ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام سے تمام کمالات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینے میں منتقل ہوئے اور ان کے سینے سے قیامت تک یہ مشائخ کے سینوں میں منتقل ہوتے رہیں گے۔

نسبت اور خلافت:

نسبت کو تمنا بنا کر مانگنا عبادت ہے کیونکہ نسبت حاصل ہو جانے سے انسان کی عبادت کی کیفیت میں حضوری آ جاتی ہے۔ نماز بہتر ہو جاتی ہے، تلاوت قرآن کی کیفیت بہتر ہو جاتی ہے، غفلت ختم ہو جاتی ہے، اور معصیت سے جان چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ خلافت کی تمنا دل میں رکھنا تصوف کی دنیا میں شرک کہلاتا ہے۔ خلافت کا مل جانا کوئی اور چیز ہے۔ وہ تو ایک انتظامی امور کی بات ہے اور نسبت کے حصول کی تمنا رکھنا اور چیز ہے۔ اس لئے یہ تمنا دل میں ہو کہ اے اللہ! ہمیں نور نسبت عطا فرما تا کہ ہم اپنی عبادت میں یکسوئی اور حضوری پیدا کر سکیں اور ہماری زندگی سے معصیت ختم ہو جائے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی اصل وجہ:

اس نسبت کی عظمت ہر وقت دل پر حاوی رہنی چاہئے کہ یہ صدیقی نسبت ہے۔ جو کیفیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک کی تھی وہی منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔ ان کی اہلیہ فرماتی تھیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دوسروں پر فضیلت نماز اور روزوں کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ دل کے اس درد اور غم کی وجہ سے تھی جو اللہ نے ان کو عطا کر دیا تھا۔

فضائل ومناقب:

اب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چند فضائل آپ کے سامنے بیان کئے جاتے ہیں تا کہ ان کی محبّت دل میں بیٹھ جائے اور یہ واضح ہو جائے کہ یہ کتنی عظیم نسبت ہے جو ہمارے مشائخ کے ذریعے سے منتقل ہوتی

چلی آرہی ہے۔

بلا تامل قبول اسلام:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے بغیر تذبذب کے نبی علیہ السّلام پر ایمان قبول فرمالیا۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے، نبی علیہ الصلوۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ میں نے جس پر بھی ایمان کو پیش کیا ہر ایک نے کچھ سوچ و بچار کیا سوائے ابوبکر کے کہ جیسے ہی میں نے اس پر اسلام کو پیش کیا اس نے بغیر تذبذب کے اسلام کو قبول کر لیا۔حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اسلام کو پیش کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ میں مشورہ کروں گا۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو مرنے مارنے پر تل گئے تھے۔یہ شان صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی کہ انہوں نے بغیر تذبذب کے اسلام قبول کر لیا۔اور پھر ان کی وجہ سے کئی جلیل القدر صحابہ نے اسلام قبول کیا۔جن میں سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام قابل ذکر ہیں۔اب سوچئے کہ کتنی بابرکت نسبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہ ان کی وجہ سے اسلام قبول کرنے والے بن گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی خوبی:

محترم جماعت! جب تاریخ بن جاتی ہے تو پھر تو دشمن بھی مان لیا کرتے ہیں، لطف اور مزے کی بات یہ ہے کہ انسان تاریخ بننے سے پہلے اس کو تسلیم کرلے۔آج تو آپ کو ایسے ہندو بھی ملیں گے جنہوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی شان میں نعتیں کہیں، ایسے سکھ بھی ملیں گے جنہوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی شان میں کتابیں لکھیں، بلکہ اب تو ساری دنیا مانتی ہے۔لیکن جب نبی علیہ السّلام نے نبوت کا اظہار فرمایا تھا اس وقت ابھی تاریخ نہیں بنی تھی۔جنہوں نے اس وقت بغیر پس و پیش کے اس کو قبول کر لیا اللہ کے نزدیک وہ ہستیاں بڑی عظیم تھیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے تاریخ

کو اس وقت مان لیا تھا جب کہ ابھی تاریخ نہیں بنی تھی۔

امت میں بلند و بالا ہستی:

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں سب سے پہلے اس عمارت پر پڑتی ہیں جو سب سے بلند و بالا ہوتی ہے اسی طرح جب نبوت کا سورج طلوع ہوا تو اس کی پہلی کرنیں اس ہستی پر پڑیں جو امت میں سب سے بلند و بالا تھی۔ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔

عشق رسول ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ حرم شریف میں تھے۔ کفار نے آکر نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کو ایذا پہنچانی شروع کر دی۔ ایک کافر کہیں باہر نکلا۔ اس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور کہنے لگا۔ اَدْرِكْ صَاحِبَكَ کہ تو اپنے دوست کا خیال کر کہ اس کو تو کفار ایذا پہنچا رہے ہیں۔ آپ بھاگے ہوئے مسجد میں پہنچے اور مجمع کو چیر کر اندر گئے اور فرمانے لگے۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ (المؤمن:28) کیا تم اس ہستی کو مارنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔ اب کافروں نے نبی علیہ السّلام کو چھوڑ کر ان کو مارنا شروع کر دیا۔ روایات میں آیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زبان سے صرف اتنا کہہ رہے تھے تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَام کفار نے اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت ان کے قبیلے کے لوگ وہاں پہنچے اور ان کو اٹھا کر گھر لے آئے۔۔ بہت دیر تک ہوش میں نہ آئے، رات گزر گئی۔

جب ہوش میں آئے تو والدہ نے کہا، بیٹا! کچھ کھا لو۔ اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے پوچھا، اماں! مجھے یہ بتاؤ کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کس حال میں ہیں؟ اس نے کہا، بیٹے! تیرا اپنا یہ حال ہے کہ جسم زخموں سے چور چور ہو چکا ہے، تم اب بھی پوچھ رہے ہو کہ ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا، ہاں!

جب تک مجھے ان کے حال کا پتہ نہیں چلے گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے تو نہیں پتہ کہ وہ کس حال میں ہیں۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ام جمیل رضی اللہ عنہا کا نام بتایا اور فرمایا کہ ان کے پاس جائیے وہ آپ کو بتائیں گی۔چنانچہ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی علیہ السّلام دار ارقم میں ہیں۔جب نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کا پتہ چلا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ دار ارقم پہنچے۔ روایت میں آیا ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دار ارقم پہنچے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس کیفیت کو دیکھ کر نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ابوبکر کا بوسہ لیا اور اس کے بعد سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا۔سبحان اللہ۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ ایذا دی گئی اس کے بعد اسی دن حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔ چنانچہ کتابوں میں علما نے لکھا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے دعا مانگی تو عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے اور ادھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قربانی دی تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔ان کی قربانی بھی کتنی عظیم قربانی تھی کہ جس کی وجہ سے ایک جلیل القدر ہستی ایمان لے آئی۔

جنت کی خوشخبری:

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام تشریف فرما تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، آج روزہ دار کون ہے؟ صحابہ کے پورے مجمع سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔تھوڑی دیر کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے پوچھا، آج جنازے کے پیچھے کون چلا؟ اس پر بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔تھوڑی دیر کے بعد پوچھا، آج محتاج کو کھانا کس نے کھلایا؟ اس کے جواب میں بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، آج بیمار کی عیادت کس نے کی؟ اس پر بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔

جب چاروں مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے فرمایا کہ جس کے اندر یہ چار اوصاف موجود ہوں میں اس کو جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔

فضائل صدیقی رضی اللہ عنہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک سو اکیاسی (181) احادیث موجود ہیں اور اٹھاسی (88) احادیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں کے فضائل میں موجود ہیں، سترہ (17) احادیث ایسی ہیں جن میں خلفا ثلاثہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر ہے۔ اور چودہ احادیث ایسی ہیں جن میں خلفائے اربعہ کے فضائل موجود ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی زبان مبارک سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل کس قدر بیان ہوئے ہیں۔

لفظ ''ابوبکرؓ'' کی لغوی تحقیق:

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''ابوبکرؓ'' بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر میدان میں دوسروں سے آگے کر دیا۔ وہ کیسے؟ طلبا جانتے ہیں کہ جس لفظ کا مادہ ب، ک، ر، ہو یعنی فا کلمہ، ع کلمہ، اور ل کلمہ ب، ک، ر ہو تو اس مادہ سے جو لفظ بنتا ہے اس کا ترجمہ ''سب سے پہلی چیز'' بنتا ہے۔ مثال کے طور پر بـکـرۃ، کل صبح، گویا دن کا پہلا حصہ۔ اسی طرح بـکـور اس پھل کو کہتے ہیں جو موسم کا پہلا پہلا پھل ہو۔ بـا کــرہ کنواری لڑکی کو کہتے ہیں جس نے خاوند نہ دیکھا اور شادی ہو کر پہلی مرتبہ خاوند کے پاس آئے۔ تو ب، ک، ر جس لفظ کا مادہ ہو وہ اپنے میدان میں سب سے آگے ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے ''ابوبکرؓ'' رکھوایا لہٰذا ہر میدان میں دوسروں سے آگے رہے۔

اوّلیات صدیقی رضی اللہ عنہ:

دیکھئے، مردوں میں سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، اس میں بھی وہ اوّل۔ قرآن مجید کا نام انہوں نے سب سے پہلے ''مصحف'' رکھا۔ اس میں بھی وہ سب سے اوّل۔ آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد بنے، اس میں بھی سب سے اوّل۔ انہوں نے سب سے پہلے خلافت کا ولی عہد متعیّن کیا، اس میں بھی سب سے اوّل۔ ان کا لقب عتیق پڑا، اس میں بھی سب سے اوّل۔ ان کو لقب ''صدیق'' ملا اس میں بھی سب سے اوّل، انہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا اس میں بھی سب سے اوّل، ان کو اپنے باپ کی زندگی میں خلافت ملی اس میں بھی سب سے اوّل، انہوں نے بیت المال قائم کیا اس میں بھی سب سے اوّل۔ ان کا لقب خلیفۃ الرسول بنا اس میں بھی سب سے اوّل۔ اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ میری امت میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بھی سب سے اوّل۔ ان کو ''اوّلیات صدیقی'' کہا جاتا ہے۔

سفر ہجرت کی چند جھلکیاں:۔

ان کے ہجرت کے سفر کے بھی چند نکات سن لیجئے۔ آپ حضرات گوش ہوش سے سنئے گا۔

در صدیق رضی اللہ عنہ پر آمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

ہجرت کا سفر جب ہونا تھا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ پہلے دوپہر کے وقت تشریف لائے اور پورے سفر کی تیاری کر لی گئی۔ پھر واپس تشریف لے گئے اور سفر پر روانہ ہونے کے لئے رات کو تشریف لائے۔ جب رات کو تشریف لائے تو ابھی دروازے پر تشریف لا کر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ معمولی سی آہٹ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً باہر نکل آئے۔ پوچھا، ابوبکر! تم جاگ رہے تھے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جی ہاں جاگ رہا تھا۔ پوچھا، کیا تم سوئے نہیں؟ عرض کیا، جی نہیں سویا۔ پوچھا، ابوبکر! کیوں نہیں سوئے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ خیال رہا کہ

آپ تشریف لائیں گے، ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف لائیں اور میں سویا ہوا ہوں، آپ کو انتظار میں چند لمحے کھڑا ہونا پڑے، اس خیال کے آنے کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نیند ہی نہیں آئی، میں آپ کی راہ تکتا رہا۔

تخلیہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا، مجھے تخلیہ کی ضرورت ہے۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میری دو بیٹیاں ہیں اور اہل خانہ ہیں ان کے علاوہ گھر میں اور کوئی نہیں ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا، بہت اچھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سفر کی تیاری کرو۔ سامان میں سے کسی چیز کو باندھنے کی ضرورت تھی۔ آپ کی بڑی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دوپٹہ تھا۔ انہوں نے کپڑے کے دو ٹکڑے کر دیئے اور ایک میں سامان باندھ دیا اور دوسرا اپنے سر پر لے لیا۔

غار ثور میں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کے سب لوگوں کے ذمے کام لگائے۔ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم سارا دن قریش مکہ کی باتیں سننا اور ہمیں رات کے وقت غار ثور میں آ کر حالات بتا دینا، بیوی سے کہا کہ گھر میں کھانا بنا دینا، اپنی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم چھوٹی ہو، تم یہ کھانا ہمیں غار ثور میں پہنچا دینا، اور اپنے غلام سے کہا کہ تم بکریاں چرانے کے بہانے ہمیں دودھ پلا جانا۔ گویا پورے گھرانے کو ہی نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی خدمت کے لئے مشغول کر دیا اور خود بھی ساتھ چلے گئے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی سمجھداری:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار درہم و دینار تھے جن میں سے پانچ ہزار بچ گئے تھے، جاتے ہوئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ بھی ساتھ لے گئے کہ ممکن ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کو ان کی بھی

ضرورت پیش آ جائے۔ جب وہ سب رقم لے کر چلے گئے تو ان کے بعد ان کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے پوچھا، ابوبکر کہاں ہے؟ جواب ملا کہ وہ تو سفر پر چلے گئے۔ وہ پریشان ہو گئے کہ پتہ نہیں کہ وہ گھر میں کچھ چھوڑ کر بھی گئے ہیں یا نہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی سمجھدار تھیں۔ انہوں نے کپڑے میں بہت سے پتھر بھر دئیے اور اپنے دادا کے سامنے رکھ کر کہا دادا جان! اس کپڑے میں کتنا کچھ ہے جو پیچھے چھوڑ چھوڑ گئے ہیں۔ وہ آنکھوں سے نابینا تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے اوپر سے ہاتھ لگایا تو انہیں کوئی سخت چیز محسوس ہوئی۔ وہ سمجھے کہ اس میں مال پیسہ ہے۔ کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں اگر وہ سفر پر چلے گئے ہیں تو ہمارے لئے بھی تو کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بچوں کے ایمان کو بھی اتنا مضبوط کر دیا تھا کہ انہوں نے اپنے دادا کو تسلّی دے دی اور یہ کہہ دیا کہ اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ ہمارے ابو سفر پر گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے پیچھے ضائع نہیں فرمائیں گے۔

استقامت ہو تو ایسی:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو پہلے دن کھانا پہنچا آئیں۔ جب دوسرے دن پہنچانے کے لئے گئیں تو روایت میں آیا ہے کہ ان کے ماتھے پر زخم تھا اور کچھ مغموم سی تھیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے دیکھا تو پوچھا، اسماء! آج مجھے تم پریشان اور غم زدہ نظر آتی ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ پوچھا، اسماء! کیا بات ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کل جب میں آپ کو کھانا دے کر واپس گئی تو راستے میں ابوجہل مل گیا۔ اس نے مجھے پکڑ لیا۔ کہنے لگا، ابوبکر کی بیٹی! تجھے پتہ ہوگا کہ تیرے والد کہاں ہیں اور تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ میں نے جواب میں کہہ دیا کہ ہاں مجھے پتہ ہے۔ وہ کہنے لگا، مجھے بتاؤ۔ میں نے کہا میں نہیں بتاؤں گی۔ اس نے مجھے دھمکایا، ڈرایا اور کہنے لگا کہ اگر تم نہیں بتاؤ گی تو میں تمہیں بہت ماروں گا، سخت سزا دوں گا۔ میں نے کہا، میں ہرگز نہیں بتاؤں

گی۔اے اللہ کے محبوب ﷺ! اس نے مجھے یک دم زوردار تھپڑ لگایا تو میں نیچے گری، پتھر پر میری پیشانی لگی، اس میں سے خون نکل آیا اور میری آنکھوں میں سے آنسو نکل آئے، پھر اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور کہا کہ بتا ورنہ تجھے اور ماروں گا۔اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے اسے کہا، ابوجہل! میری جان تو تیرے حوالے مگر میں محمد عربی ﷺ کو تیرے حوالے نہیں کروں گی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خراج تحسین:

یہ وہ وقت تھا جب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابوبکر! میں نے دنیا میں سب کے احسانات کے بدلے چکا دیئے مگر تیرے احسان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ دے گا۔سبحان اللہ۔احسان کرنے والے نے بھی کیا حد کر دی کہ محبوب ﷺ کو ان الفاظ میں تعریف کرنا پڑی۔

وفا کی انتہا:

جب غار ثور میں پہنچنے کے لئے پہاڑ پر چڑھنے کا وقت تھا تو نبی اکرم ﷺ پاؤں کے پنجے لگا رہے تھے اور ہاتھوں کے بل اوپر چڑھ رہے تھے۔ پورا پاؤں نہیں لگا رہے تھے۔اس طرح چڑھنے کا مقصد یہ تھا کہ قدموں کے نشان نہ لگیں تا کہ دشمن قدموں کے نشان دیکھ کر پیچھے نہ آ جائیں۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ محبوب ﷺ زمین پر پورے پاؤں نہیں لگا رہے فقط پنجے لگا رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! ابوبکر حاضر ہے، مہربانی فرمائیے، آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیے۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام ان کے کندھوں پر سوار ہوئے اور وہ نبی اکرم ﷺ کو لے کر غار ثور تک پہنچے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیشکش:

جب مکہ فتح ہوا تو اس وقت بیت اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے

حکم دیا کہ ان بتوں کو توڑ دیا جائے۔ کچھ بت اونچے لٹکے ہوئے تھے۔ ان کو توڑنے کے لئے اونچائی کی ضرورت تھی۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں یہاں رکوع کی حالت میں کھڑا ہوتا ہوں، آپ میری پیٹھ کے اوپر چڑھ کر ان بتوں کو توڑ دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ حَمْلَ ثِقْلِ نُبُوَّةٍ علی! تو نبوت کا بوجھ اپنی پیٹھ کے اوپر نہیں اٹھا سکتا۔ سبحان اللہ، جب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی تو محبوب ﷺ نے یہ فرما کر انکار کر دیا لیکن جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تو محبوب ﷺ ان کے کندھوں پر سوار ہوئے اور انہوں نے اس بوجھ کو اٹھا کر غار ثور تک پہنچا دیا۔

محبوب ﷺ کی حفاظت:

نبی اکرم ﷺ اور صدیق اکبرؓ جونہی غار میں داخل ہوئے مکڑی نے آ کر غار کے منہ پر جالا بن دیا اور کبوتری نے انڈے دے دیئے تا کہ اگر دشمن قریب بھی آئیں تو وہ یہ سمجھ کر واپس ہو جائیں کہ یہاں تو کوئی بھی نہیں اور ہوا بھی یہی کہ جب دشمن غار کے دہانے پر پہنچے تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ غار کے اندر تو کوئی بھی نہیں ہوگا کیونکہ مکڑی نے جالا بنا ہوا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ رب العزت کی طرف سے اپنے محبوب ﷺ کی حفاظت کے لئے ہو رہا تھا۔

امام بوصیریؒ کا اظہار عقیدت:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی یوں منظر کشی کی ہے۔

فالصدق فی الغار و الصدیق لم یربا   و هم یقولون ما بالغار من ارم
ظنور الحمام و ظنوا العنکبوت علی   خیر البریة لم تنسج و لم تحم

وقایة اللـه اغنـت عن مضـاعـفة من الـدروع و عـن عـال من الاطـم

کسی نے ان اشعار کا اردو زبان میں کیا ہی خوب منظوم ترجمہ کیا ہے

صدق اور صدیق اکبرؓ غار ہی میں تھے چھپے غار میں کوئی نہیں کفار کہتے تھے بہم
دیکھ کر انڈے کبوتر کے ادھر مکڑی کا جال تھا گماں کفار کو واں تو نہیں شاہ امم
کی حفاظت آپ کی ایسی خدائے پاک نے زرہ اور قلعون سے مستغنی ہوئے شاہ امم

حسن رسول ﷺ اور عشق صدیق رضی اللہ عنہ کا حسین امتزاج:

جب غار کے اندر داخل ہوئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوری غار میں نظر دوڑائی۔انہیں غار میں کچھ سوراخ نظر آئے۔انہوں نے سب سوراخ کپڑے سے بند کر دیئے مگر ایک سوراخ کو بند کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی۔چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس طرح بیٹھے کہ انہوں نے اپنا پاؤں سوراخ کے اوپر رکھ دیا۔اب نبی اکرم ﷺ ہیں اور ان کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔یہ بھی عجیب منظر ہوا۔دنیا نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔محبّ بھی ہے اور محبوب بھی ہے اور اس غار کی تنہائی بھی ہے،عشاق کی تمنا ہوتی ہے کہ

ہم ہی ہم ہوں تری محفل میں کوئی اور نہ ہو

سبحان اللہ،سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت نے یہ موقع عطا فرما دیا۔اللہ رب العزت نے ان کو یہ نعمت دی کہ ایک طرف حسن رسول ﷺ ہے اور دوسری طرف عشق صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔نبی اکرم ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرمانے لگے۔سبحان اللہ،کسی شاعر نے اس منظر کو عجیب الفاظ میں کہا

یہ حسن ساتھ عشق کے کیا لاجواب ہے رکھی ہوئی رحل پہ خدا کی کتاب ہے

یعنی یوں لگتا تھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود مبارک رحل کی مانند ہے اور نبی علیہ السّلام کا چہرۂ مبارک اس رحل میں رکھے ہوئے قرآن کی مانند ہے۔ یہ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بخت ہیں۔ معلوم نہیں کہ انہوں نے وہاں اس قرآن کو کتنا پڑھا ہوگا۔ جی بھر کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہوگا۔ عاشقوں کے امام کو اللہ تعالیٰ نے کتنا بلند مقام عطا فرمایا کہ تنہائی ہے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس ان کی گود میں ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نگاہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر لگی ہوئی ہیں۔ آج تو عشق والے کہتے ہیں کہ ہم کوئی کتاب پڑھنے بیٹھیں تو ہمیں کتاب کی بجائے محبوب کا چہرہ نظر آتا ہے مگر اے عاشقوں کے امام! تیری عظمت کو سلام، کہ تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو کتاب کی طرح پڑھ رہا ہے۔ کہنے والے نے کہا

کتاب کھول کے بیٹھوں تو آنکھ روتی ہے　　ورق ورق تیرا چہرہ دکھائی دیتا ہے

جس کو محبّت ہو اس کو تو عام کتاب میں بھی محبوب کا چہرہ دکھائی دیتا ہے اور وہاں تو عشق حقیقی کا معاملہ تھا۔ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عجیب کیفیت ہوگی۔ انہوں نے نبی علیہ السّلام کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو جی بھر کر ٹھنڈا کیا ہوگا۔ سبحان اللہ

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لاجواب مثال:

دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حسرت تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رہا کرتی تھی۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی مجالس میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ خاموشی سے آتے، بیٹھے رہتے اور پھر چلے جاتے تھے۔ انہوں نے کبھی کوئی سوال نہیں پوچھا تھا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام ان کی اس بات پر حیران ہوئے اور ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے میرے صحابی! تم آتے ہو اور محفل میں خاموش بیٹھ کر چلے جاتے ہو، تم نے کبھی کوئی بات نہیں پوچھی، آخر کیا وجہ ہے؟ وہ کہنے لگے، اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک مقصد لے کر آتا ہوں اور اس مقصد کو پورا کر کے چلا جاتا ہوں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام

نے پوچھا، تمہارے آنے کا کیا مقصد ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں گھر سے چلتے ہوئے دل میں یہ مقصد لے کر آتا ہوں کہ میں جاؤں گا اور اللہ کے محبوب ﷺ کے چہرہ کا دیدار کر کے آؤں گا۔ لہٰذا میں جتنی دیر آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھتا ہوں بس آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھتا رہتا ہوں ۔ اس طرح میرا مقصد پورا ہو جاتا ہے اور پھر میں واپس چلا جاتا ہوں ۔ جب اس صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے فرمایا، اچھا اگر تم اس مقصد کے لئے آتے ہو کہ میرا دیدار کر کے جاؤ تو پھر سن لو کہ جس نے محبّت کی نظر کے ساتھ میرے چہرے کا دیدار کر لیا اللہ اس بندے پر جہنّم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔

حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا اظہار عقیدت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تنہائی میں دیدار کے مزے لے رہے ہیں۔ اسی لئے حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ بات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی جو سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ”اے ابوبکر! میں جب تصور کی آنکھ سے دیکھتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ تیری گود ایک رحل کی مانند ہے اور میرے محبوب ﷺ کا چہرۂ اقدس قرآن کی مانند ہے، اے ابوبکر! تو مجھے قاری نظر آتا ہے جو اس غار کی تنہائی میں بیٹھا اس قرآن کو پڑھ رہا ہے“۔ سبحان اللہ، اس وقت کیا فیض ملا ہوگا، کیا نور سینے میں آیا ہوگا، یہ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی جانتے ہیں۔

ایک اہم نکتہ:

یہاں ایک نکتہ نکلا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے مخلوق کو سجدہ کروانا ہوتا تو پھر کملی والے ﷺ سے زیادہ حسین خدا کوئی نہ ہوتا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کی تنہائی میں کملی والے ﷺ کو سجدہ کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ

سجدہ مخلوق کے لئے نہیں بلکہ سجدہ خدا کے لئے ہے۔

گلاب کے پھول پر شبنم:

اس دوران یہ ہوا کہ جس سوراخ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پاؤں رکھا ہوا تھا اس میں ایک سانپ تھا۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک پر کاٹ لیا۔ جیسے ہی سانپ نے کاٹا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف ہوئی اور زہر نے اثر کیا۔ ادب کی وجہ سے زبان سے کوئی لفظ نہ نکالا کہ کہیں میرے محبوب ﷺ کی نیند میں خلل نہ آ جائے، لیکن درد کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دینی تھی کہ جب آنسو گرا تو زمین پر نہیں بلکہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کے رخسار مبارک پر گرا۔ چہرۂ اقدس پر آنسو پڑتے ہی نبی اکرم ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا مَا يُبْكِيكَ يَا اَبَابَكْرٍ اے ابوبکر! تو کیوں روتا ہے؟ ارے رحمۃ اللعالمین تو تیری گود میں ہیں، اس حال میں بھی تو رو رہا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو تھے اس لئے بتا دیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! میرا پاؤں اس سوراخ پر تھا، کسی موذی چیز نے پاؤں پر کاٹ لیا ہے جس کے زہر کی وجہ سے آنسو نکل آئے۔ اور آنسو بھی گرے تو کہاں گرے؟ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کے چہرۂ انور پر گرے۔ کسی شاعر نے اس پر بھی مضمون باندھ دیا

آنسو گرا ہے روئے رسالت مآب ﷺ پر قربان ہونے آئی ہے شبنم گلاب پر

سبحان اللہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آنسو شبنم کی مانند اور میرے محبوب ﷺ کا رخسار گلاب کے پھول کی مانند۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے پوچھا، ابوبکر! کیوں روتے ہو؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اس زہر کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہے اس لئے میں رو رہا ہوں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا لعاب مبارک

اس زخم کے اوپر لگایا جس کی وجہ سے تکلیف بھی جاتی رہی اور زخم بھی ٹھیک ہو گیا۔

لعاب نبوی ﷺ کے معجزات:

میرے محبوب ﷺ کا لعاب دہن وہ مبارک لعاب ہے جو نمکین پانی کے کنویں میں پڑتا ہے تو اس کنویں کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ جو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مبارک آنکھوں پر لگتا ہے تو بیمار آنکھیں ٹھیک ہو جاتی ہیں، جو چودہ آدمیوں کے کھانے میں پڑتا ہے تو چودہ سو آدمیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے، ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھ پر پڑتا ہے تو وہ آنکھ دوبارہ ٹھیک ہو جاتی ہے، وہ لعاب مبارک اگر جبرئیل امین مُقدّمۃ کو بھی مل جاتا تو وہ بھی اس کو آنکھوں کا سرمہ بنالیتا، ابوبکر رضی اللہ عنہ! تیری قسمت بھی عجیب ہے کہ محبوب ﷺ خود اپنا لعاب مبارک تیرے پاؤں پر لگا رہے ہیں۔

نوری رفیق اور بشری رفیق کے مقامات:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کا ایک معراج کا سفر ہے اور ایک ہجرت کا۔ معراج کے سفر میں بھی رفیق سفر ہیں اور ہجرت کے سفر میں بھی رفیق سفر ہیں۔ مگر دونوں میں ایک بات بڑی عجیب ہے کہ جو معراج کے سفر میں رفیق تھا وہ فرشتوں کا امام بنا اور جو ہجرت کے سفر میں رفیق تھا وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا امام بنا۔ یعنی جو معراج کے سفر کا رفیق تھا اسے اللہ رب العزت نے ملائکہ کی امامت کا تاج پہنا دیا اور جو ہجرت کے سفر کا رفیق تھا اللہ رب العزت نے اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں خلافت کا تاج پہنا دیا۔

منزل مقصود تک رفاقت:

لیکن ایک فرق اور بھی ہے کہ جو معراج کے سفر کے رفیق تھے۔ وہ ساتھ تو چلے مگر ایک جگہ پر پہنچ کر انہوں نے کہہ دیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! اس سے آگے میں نہیں جا سکتا۔ چنانچہ اسی جگہ رک گئے اور اس سے آگے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام خود اکیلے تشریف لے گئے۔ مگر جو ہجرت کے سفر کے رفیق تھے وہ جہاں

سے چلے، وہاں سے لے کر منزل پر پہنچنے تک محبوب ﷺ کے ساتھ رہے۔ پنجابی زبان میں کہتے ہیں ’’اک موڑ دا ساتھ تے اک توڑ دا ساتھی‘‘ یعنی کوئی ساتھی تو تھوڑا سا ساتھ دیتا ہے اور کوئی ساتھی منزل مقصود تک ساتھ دیتا ہے۔

ایک اور نکتہ:

یہاں پر ایک نکتہ اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ جب نبی اکرم ﷺ معراج کی شب سفر پر تشریف لے گئے تو رفیق سفر بلانے کے لئے آپ ﷺ کے در اقدس پر ام ہانی رضی اللہ عنہ کے گھر حاضر ہوا لیکن جب ہجرت کا سفر در پیش تھا تو بلانے کے لئے محبوب ﷺ اپنے رفیق کے گھر خود تشریف لائے۔

مرتبے میں سب سے آگے:

ایک بات اور بھی ذہن میں رکھئے کہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسّلام ابھی بچے تھے اور حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر لے جانے لگیں تو اس کی سواری اگرچہ پہلے بیمار سی تھی، سب سے پیچھے رہ گئی تھی، لیکن جب نبی علیہ الصلوۃ والسّلام اس پر سوار ہوئے تو وہ سواری اتنی تیز دوڑنے لگی کہ سب سواریوں سے آگے نکل گئی۔ یہاں سے ایک نکتہ یہ نکلا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام جس سواری پر سوار ہوئے وہ دوسری سواریوں سے آگے نکل گئی اور ہجرت کے سفر میں نبی اکرم ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سوار ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی سب صحابہ رضی اللہ عنہ سے مرتبے میں سب سے آگے نکل گئے۔

امانت الٰہی کی حفاظت:

ہجرت کی رات نبی اکرم ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ لوگوں کی میرے پاس کچھ امانتیں ہیں جو انہیں لوٹانی ہیں، آپ وہ امانتیں اپنے پاس رکھ لیجئے اور صبح یہ لوگوں کو پہنچا دینا۔ یہاں سے علما نے ایک نکتہ نکالا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچانے کے لئے سیدنا

علی رضی اللہ عنہ کو چن لیا کہ اے علی ! لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچا دینا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چن لیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم میری امانت کو مکہ سے مدینہ پہنچا دینا۔

قبر کا ساتھ:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم میری چار پائی پر سو جانا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت ملی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی چار پائی پر آدھی رات تک آرام کیا۔ لیکن جو رفیق سفر بنے ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات سے لے کر قیامت تک اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سونے کی توفیق عطا فرما دی۔

معیت الٰہی کی خوشخبری:

ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ غار حرا میں نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کو نبوت کی خوشخبری ملی تھی اور غار ثور میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معیت الٰہی کی خوشخبری ملی۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:40) یہاں پر بعض لوگ یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہنا پڑا کہ لَا تَحْزَنْ (التوبہ:40) گھبراؤ نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کمزور دل ہونے کی وجہ سے جلدی ڈر گئے تھے۔ علما نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان کا یہ حزن اور غم اپنی ذات کے لئے نہیں تھا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کفار آ جائیں اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایذا پہنچائیں۔ اس کی دلیل قرآن پاک سے ملتی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام اپنے بیٹوں کو فرماتے ہیں کہ تم تو چاہتے ہو کہ تم یوسف کو لے جاؤ مگر اِنِّیْ لَيَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ (یوسف:13) کہ مجھے ڈر ہے کہ تم اسے لے کر جاؤ اور اس کو بھیڑیا کھا جائے۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام کو اس وقت کس چیز کا غم تھا؟ اپنا غم تھا یا حضرت

یوسف علیہ السّلام کا تھا؟ حضرت یوسف علیہ السّلام کی وجہ سے غم تھا۔تو معلوم ہوا کہ جیسے حضرت یعقوب علیہ السّلام کو حضرت یوسف علیہ السّلام کی وجہ سے حزن تھا اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی نبی علیہ السّلام کی وجہ سے حزن تھا کہ ان کو کہیں کوئی تکلیف نہ پہنچا دے

ایک اور مثال پر غور کریں کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت ہارون علیہ السّلام کی موجودگی میں کہا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ (الشعرآء:62) میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا۔ لیکن میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق سفر کی موجودگی میں یہ نہیں کہا کہ میرا رب میرے ساتھ ہے بلکہ فرمایا إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:40) بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔اس سے ان کو معیت الٰہی کی بشارت نصیب ہوئی ۔ اس کو ’’ معیت کبریٰ‘‘ کہتے ہیں ۔ یہ خوشخبری اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی اور اس کا اظہار نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی زبان فیض ترجمان سے کروایا گیا۔

ثانی اثنین کا لقب:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ثانی اثنین کہا گیا۔یعنی دو میں سے دوسرا۔کیونکہ جہاں نبی علیہ الصلوۃ والسّلام پہلے بنے وہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوسرے بنے ۔ ایمان لانے میں دوسرے ، غار ثور میں دوسرے ، خلافت ملنے میں دوسرے،تبلیغ کرنے میں دوسرے،روضہ اقدس میں دفن ہونے میں دوسرے،محشر کے دن کھڑے ہونے میں دوسرے اور قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے میں دوسرے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین راتوں کا مقام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے کہ آپ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے لیجئے اور مجھے غار ثور والی تین راتوں کی نیکیاں دے دیجئے کیونکہ مجھے ان تین راتوں کی

نیکیاں اپنی ساری زندگی کی نیکیوں سے زیادہ نظر آتی ہیں۔

ستاروں سے بھی زیادہ نیکیاں:

ایک دفعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی تھیں۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے، ان کے دل میں خیال آیا کہ آسمان پر جتنے ستارے ہیں اتنی نیکیاں بھی کسی کی ہوں گی؟ انہوں نے یہی سوال نبی علیہ الصلوۃ والسّلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہوں گی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے فرمایا کہ ہاں عمر رضی اللہ عنہ کی ہوں گی۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے خود پوچھا، عائشہ! تم سوچ رہی ہوگی کہ میرے والد کا نام نہیں لیا۔ کہنے لگیں، جی ہاں بالکل یہی سوچ رہی تھی۔ فرمایا، عائشہ! ان کی بات کیا سوچتی ہو، ان کی تو غار ثور میں گزری ہوئی ایک رات کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ سبحان اللہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا وزن:

بیہقی شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر پوری امت کے ایمان کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بڑھ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا ایمان عطا فرما دیا تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں انوارات نبوت:

ایک حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا وَ قَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْر اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں جو کچھ بھی ڈالا ہے میں نے اسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیا ہے

نسبت کی برکات:

اس نسبت کی قدر کیجئے کیونکہ یہ نسبت بہت ہی مضبوط نسبت ہے۔اس لئے دلوں کو بدلنے میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔کیا آپ نہیں دیکھتے کہ سلسلہ میں بیعت ہونے سے پہلے کئی لوگ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں مگر بیعت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی صبح وشام کو بدل دیتے ہیں۔ان کے کردار، ان کی گفتار حتیٰ کہ ان کی رفتار میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔یہ نسبت کی برکتیں ہوتی ہیں۔جیسے کوئی بنجر زمین کو پانی دے کر دانہ ڈال دے تو پھر اس میں سے پھل پھول نکلنا شروع ہوجاتے ہیں، یہ نسبت بھی اسی طرح ہے کہ جس بندے کو بھی تعلّق نصیب ہوتا ہے اس بندے میں سے نیک اعمال کے پھل پھول نکلنا شروع ہوجاتے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فنائے کامل:

نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اِبْنِ اَبِیْ قَحَافَةَ کہ جو آدمی چاہے کہ وہ زمین پر چلتی ہوئی لاش کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔یعنی ان کی فنا اتنی کامل تھی کہ وہ سطح زمین پر تو چل رہے ہوتے تھے مگر ان کو دنیا سے کوئی تعلّق نہیں ہوتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو انقطاع عن المخلوق اتنا کامل عطا کیا ہوا تھا کہ وہ چل تو فرش پہ رہے ہوتے تھے مگر دل عرش والے کے ساتھ اٹکا ہوا ہوتا تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تجلّی خاص:

حضرت سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اسناد کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یَتَجَلّٰی لِلْخَلْقِ عَامَّةً وَّ لٰکِنْ لِّاَبِیْ بَکْرٍ خَاصَّةً

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے لئے عام تجلّی فرمائیں گے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے خاص تجلّی فرمائیں گے۔ اس لئے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ خاص تجلّی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسکرا کر محبّت بھری نظر سے دیکھیں گے۔ سبحان اللہ، اس لئے قیامت کے دن کچھ ایسے بھی خوش نصیب ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر مسکرائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ کر مسکرائیں گے۔

نسبتوں کا احترام:

ہم تمام نسبتوں کا احترام کرتے ہیں کیونکہ جو بھی صاحب نسبت مشائخ ہوتے ہیں چاہے وہ کسی سلسلہ کے بھی ہوں ان کا اکرام کرنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر تو ایمان لائے مگر ہم تمام انبیا کی بھی عزت کرتے ہیں کیونکہ کسی کے بارے میں بھی کوئی گستاخی کرے گا تو اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح ہم تمام صاحب نسبت مشائخ کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے مشائخ کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

ہر پھول کا رنگ اور اس کی خوشبو جدا ہوتی ہے

سلسلۂ نقشبندیہ کا خاصہ:

ہمارے اس سلسلہء عالیہ میں مشائخ کے اندر اتباع سنت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی اتباع سنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان میں محبوبیت رکھی ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں ہو ہا نہیں ہوتی۔ اس لئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت زیادہ شعر اشعار اور نعرے بازی ہمارے مشائخ میں نہیں ہوتی بلکہ خاموشی ہوتی ہے۔ لیکن خاموشی کے بعد دلوں کے اندر ایک ابال آ رہا ہوتا ہے۔

سبز درخت میں سے آگ:

ہمارے سلسلہء عالیہ کے ایک بزرگ کے پاس ایک سالک آیا اور کہنے لگا کہ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ بہت ٹھنڈے ہوتے ہیں، بس چپ چاپ سے رہتے ہیں، ذکر کرتے ہیں تو پتہ ہی نہیں چلتا۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور صرف قرآن مجید کی آیت پڑھ دی۔ فرمایا، الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (یٰسٓ:80) وہ ذات جس نے تمہارے لئے سبز درخت میں سے آگ نکال دی۔ مطلب یہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ سبز درخت میں سے آگ نکال سکتا ہے اسی طرح وہ دیکھنے میں ان ٹھنڈے بزرگوں میں سے بھی فیض کی آگ نکال سکتا ہے۔ ان حضرات کی توجہ بہت قوی ہوتی ہے۔

نسبتوں کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ:

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل واڈی دامت برکاتہم انگلینڈ میں ہیں۔ انہوں نے خود ایک واقعہ سنایا۔ چونکہ انہوں نے یہ واقعہ خود سنایا اس لئے یہ عاجز بھی آپ حضرات کو سنانے کی جرأت کر رہا ہے۔ یہ واقعہ سنتے ہوئے نسبت کی برکت کا خیال رکھئے گا۔

فرمانے لگے کہ میرا ایک بیٹا محمد قاسم ہے، (اس عاجز کی ان سے بھی ملاقات ہوئی)۔ کہنے لگے کہ وہ انگریزی پڑھ کر یونیورسٹی میں پروفیسر بن گیا۔ پروفیسر بننے کے بعد اس کے خیالات دہریت کی طرف چلے گئے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو پھر نماز روزہ تو دور کی بات ہوتی ہے۔ جس کو وجود باری تعالیٰ میں ہی شک پڑ جائے، دین میں ہی شک پڑ جائے تو پھر اعمال کرنا تو دور کی بات رہ جاتی ہے۔ گھر کے سارے بچے حافظ، قاری اور عالم اور بیٹیاں بھی حافظہ، عالمہ فاضلہ۔ مگر ان کا یہ بیٹا دوسروں سے ذرا انوکھا بنا کیونکہ یونیورسٹی کے ماحول میں تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ ڈارون تھیوری کے پیچھے لگ گئے جس کی

وجہ سے ان کو وجود باری تعالیٰ کے بارے میں شک پڑ گیا اور زندگی میں غفلت آ گئی۔

فرمانے لگے کہ میں نے ایک دن حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت! سارا گھرانہ علما کا ہے، بچیاں بھی عالمہ فاضلہ ہیں، مگر یہ بچہ گھر میں ایسا بن گیا ہے کہ اس کا عجیب حال ہے، ہمارے دل میں ہر وقت دکھ اور غم ہے، اس کی والدہ بھی روتی ہے اور میں بھی روتا ہوں۔ مہربانی فرما کر کوئی ایسی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بدل دے۔ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ وہ مجھ سے بیعت کر لے۔ اب اس کو والد صاحب نے سمجھایا کہ بیٹا! تم بیعت کر لو۔ اس نے جواب دیا کہ جب میں نے نماز ہی نہیں پڑھنی تو مجھے بیعت ہونے کا کیا فائدہ؟ مولانا نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ حضرت! میرا بیٹا کہتا ہے کہ میں نے جب نہ نماز پڑھنی ہے اور نہ قرآن پڑھنا ہے تو پھر بیعت کا کیا فائدہ؟ حضرت نے فرمایا، کیا میں نے اس سے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور قرآن پڑھے۔ میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ بیعت کر لے۔ یہ ایک عجیب سی بات ہے جو عام بندے کو سمجھ نہیں آتی۔

اگلے دن اس کے والد نے پھر کہا، بیٹا! یہ بزرگ ہمارے ہاں تشریف لاتے ہیں، تمہاری سب بہنیں اور بھائی ان سے بیعت ہیں، میں بھی بیعت ہوں، تم بھی بیعت ہو جاؤ، اس طرح ہمارے گھر کے سب افراد بیعت ہو جائیں گے۔ اس نے کہا، ابو! میں نے کرنا تو کچھ ہے نہیں۔ باپ نے کہا، بیٹا! تم کچھ نہ کرنا، صرف بیعت ہو جاؤ۔ اس نے دل میں سوچا کہ چلو ابو راضی ہو جائیں گے اس لئے میں بیعت ہو ہی جاتا ہوں۔ اب اس نوجوان کو کیا پتہ تھا کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو چند کلمات پڑھ لئے جاتے ہیں وہ بندے کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دیا کرتے ہیں۔ وہ اس راز سے واقف نہیں تھا۔

چنانچہ کہنے لگا، اچھا جی میں بیعت ہو جاتا ہوں۔ اس نے اگلے دن حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

بیعت ہونے کے بعد اس کے دل کی سوچ بدلنا شروع ہوگئی۔ اس نے حضرت کی صحبت میں بیٹھنا شروع کر دیا، حضرت سے محبّت ہونا شروع ہوگئی، نمازیں بھی شروع ہوگئیں، تلاوت بھی شروع ہوگئی، زندگی کے لیل ونہار بدلنا شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس نے علم پڑھنا شروع کر دیا، تہجّد گزار بن گیا، اتنا ذاکر شاغل بنا کہ اس کو چند سالوں کے بعد ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرما دی۔ وہ نوجوان جو دہریہ تھا اور خدا بیزار ذہنیت کا مالک تھا اس پر صرف بیعت کے چند کلمات پڑھنے کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے دل میں عشق الٰہی کا ایسا شعلہ پیدا ہوا کہ بالآخر ہمارے حضرت رحمۃ الہ علیہ نے اس کو اجازت وخلافت عطا فرمادی۔ اس عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور وہاں ری یونین میں لوگوں نے بتایا کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں نوجوان کفر سے توبہ کر کے اسلام کے اندر داخل ہو چکے ہیں۔

میرے دوستو! جو لوگ کلمہ بھی نہیں پڑھے ہوتے ان کے دلوں پر ان کلمات کا اتنا اثر ہوتا ہے تو جو کلمہ گو ہوں اور دل میں طلب اور تڑپ رکھنے والے ہوں، گھروں سے چل کر آئے ہوئے ہوں، اگر وہ یہ کلمات پڑھیں گے اور وہ نسبت کا تعلّق حاصل کریں گے تو اللہ رب العزت ان کے دل کی دنیا کو کیسے بدلیں گے۔

خاتمہ بالخیر کی بشارت:

ہمارے دادا پیر حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس دل پر یہ انگلی لگ گئی اس کو کلمہ کے سوا موت نہیں آ سکتی۔ کیونکہ یہ صدیقی نسبت ہے اس کی بڑی برکات ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بڑا مقام ہے۔ میرے دوستو! آج کا انسان دوست کے گھر کے کتے کا بھی لحاظ کر جاتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے ساتھ تعلّق رکھنے والوں کا لحاظ نہیں فرمائیں گے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات ہی کچھ اور ہے:

ہم تمام مشائخ کا اکرام کرتے ہیں مگر صدیقی نسبت کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔جس طرح پھول تو سب خوشنما ہوتے ہیں مگر گلاب کی بات ہی کچھ اور ہے، چاندی تو خوشنما ہوتی ہے مگر سونے کی بات ہی کچھ اور ہے،موتی تو سب کے سب قیمتی ہوتے ہیں مگر سرخ یاقوت کی بات ہی کچھ اور ہے، دن تو سارے اچھے ہوتے ہیں مگر جمعۃ المبارک کی بات ہی کچھ اور ہے، مہینے تو سب اچھے ہوتے ہیں مگر رمضان المبارک کی بات ہی کچھ اور ہے، راتیں تو سب عبادت کے لئے ہیں مگر لیلۃ القدر کی بات ہی کچھ اور ہے، فقہا تو سارے بزرگ ہیں مگر امام اعظم کی بات ہی کچھ اور ہے، شہر تو سارے اچھے ہیں مگر مکہ اور مدینہ کی بات ہی کچھ اور ہے، فرشتے تو سب اللہ کے مقرب ہیں مگر جبرئیل امین کی بات ہی کچھ اور ہے، انبیا تو سب شان والے ہیں مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی کچھ اور ہے اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہ تو سب اللہ کے پیارے ہیں مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات ہی کچھ اور ہے۔

نسبت کے کھرے ہونے کی دلیل:

میرے دوستو! جو اذکار بتائے جاتے ہیں ان کو پابندی کے ساتھ کیجئے اور پھر دیکھئے کہ یہ فیض آپ کے سینے تک پہنچتا ہے یا نہیں پہنچتا۔البتہ ایک آدمی ڈاکٹر سے نسخہ تو لکھوا لے مگر استعمال نہ کرے اور پھر کہے کہ فائدہ نہیں ہوا تو اس میں ڈاکٹر کا نہیں بلکہ اس مریض کا قصور ہوتا ہے۔آپ سینکڑوں میں سے نہیں بلکہ ہزاروں میں سے کوئی ایک بندہ ایسا دکھا دیں جو کہے کہ میں معمولات کرتا ہوں اور مجھے اپنے اندر تبدیلی نظر نہیں آتی۔اس نسبت کے کھرے ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے۔آپ زندگی کے اوقات سے فائدہ اٹھائیں۔آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔اب جتنا بھی وقت باقی ہے اس میں اپنے دل کی توجہ اللہ کی طرف رکھیں۔گناہوں سے سچی توبہ کی نیت کریں اور آئندہ نیکوکاری کا ارادہ لے

کر جائیے، پھر دیکھنا کہ نسبت کی برکتیں آپ کے اوپر کیسے آئیں گے اور سینوں کو کیسے منور کریں گی۔

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کا مقام:

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک مرتبہ کہہ دیا، حضرت! حاجی صاحب کو اللہ نے اس لئے بڑی شان عطا فرمائی کہ آپ جیسے بڑے بڑے علما ان سے بیعت تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا، تمہاری عقل الٹی ہے اور تم نے الٹی بات کہہ دی ہے، ارے! حاجی صاحب کی شان ہماری وجہ سے نہیں بڑھی بلکہ حاجی صاحب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی شان بڑھا دی ہے، ورنہ قاسم کو کون پوچھتا اور رشید احمد گنگوہی کو کون پوچھتا، یہ حاجی صاحب کی نسبت تھی جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو شان عطا فرما دی۔

فرمانبرداری والی زندگی اپنانا:

ہمیں چاہئے کہ ہم نسبت کے حصول کے لئے دعائیں بھی مانگیں، تقویٰ بھی اختیار کریں، معصیت سے بھی جان چھڑائیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری والی زندگی کو بھی اختیار کریں تاکہ زندگی کے آنے والے دن ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی سنت کے مطابق گزار جائیں۔

حصول نسبت کے ذرائع:

ہمیں چاہئے کہ ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روش کو اپنائیں۔ وہ اعمال کرنے میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بڑے قدردان ہیں، یہ نسبت اثر کئے بغیر نہیں رہتی، اگر پتھر دل بھی ہو تو وہ اس سے پار کر جاتی ہے اور بالآخر اپنا راستہ بنا لیا کرتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس نسبت کی عجیب برکتیں دیکھی ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق عطا فرما دیں۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم پابندی سے معمولات کریں، اپنا رابطہ رکھیں اور اتباع سنت کریں۔ ان تین کاموں کے کرنے سے اللہ

تعالیٰ بندے کے سینے میں نور نسبت عطا فرما دیتے ہیں۔اس کے اعمال کی کیفیت پہلے سے بہتر ہو جاتی ہے،تواضع آجاتی ہےاور انسان اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرتا ہے۔

خاموش خدمت:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں غریبوں، ناداروں، اور بیواؤں کی خدمت کرنے کے لئے آدمیوں کو مقرر کیا ہوا تھا۔ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ فہرست دیکھی تو ایک بڑھیا کے نام کے سامنے اس کی خدمت کرنے کے لئے کسی کا نام نہیں لکھا ہوا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ شاید یہ کام کسی نے ذمہ نہیں لیا۔انہوں نے دل میں سوچا کہ ان کا کام میں کر دوں گا۔ چنانچہ اگلے دن فجر پڑھ کر اس عورت کے گھر گئے تو دیکھا کہ جھاڑو بھی دیا ہوا ہےاور پانی بھی بھرا ہوا ہے۔پوچھا، اماں! یہ خدمت کون کر گیا ہے؟ کہنے لگی کہ کوئی آتا ہےاور وہ پانی بھی بھر جاتا ہےاور جھاڑو بھی دے جاتا ہے، مجھے آج تک اس کے نام کا پتہ نہیں ہے۔نہ میں نے پوچھا اور نہ کبھی اس نے بتایا ہے۔

انہوں نے سوچا کہ اچھا میں اگلی دفعہ فجر سے پہلے جاؤں گا۔ جب فجر سے پہلے گئے تو دیکھا کہ سب کام ہوا پڑا ہے۔پھر انہوں نے سوچا کہ میں اب تہجّد پڑھتے ہی آجاؤں گا۔ چنانچہ تہجّد کے وقت آئے تو دیکھا کہ جھاڑو بھی دیا ہوا ہےاور پانی بھی بھرا ہوا ہے۔وہ بھی عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے، کہنے لگے کہ اچھا میں کل دیکھوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اگلے دن عشا کی نماز پڑھی اور راستے میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے تا کہ دیکھ سکوں کہ بڑھیا کے گھر میں کون جاتا ہے۔

جب آدھی رات کا وقت ہوا اور اندھیرا گہرا ہو گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی جس کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے، ننگے پاؤں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس بڑھیا کے گھر جا رہا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو دیکھ کر کھڑے

ہوگئے اور پوچھے لگے مَنْ اَنْتَ تو کون ہے؟ جواب ملا، میں ابوبکر ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران ہوکر پوچھنے لگے، اے امیر المومنین! رات کی تاریکی اور تنہائی میں کیا آپ اس بڑھیا کی خدمت کرنے جا رہے ہیں اور پھر پوچھا کہ آپ کے پاؤں میں تو جوتے بھی نہیں، اس طرح ننگے پاؤں کیوں چل رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، عمر! میں نے اس لئے جوتے نہ پہنے کے ایسا نہ ہو کہ میرے پاؤں کے جوتے کی آواز سے کسی سونے والے کی نیند میں خلل آجائے اور کسی کو میرے اس عمل کا پتہ چل جائے۔ میرے عزیز دوستو! ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی جو کام کریں خالصتاً لوجہ اللہ کریں۔ پھر دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر کس طرح مہربانی فرمائیں گے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عجیب وصیت:

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور وصیت فرمائی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میری انہی دو چادروں کو دھو کر میرا کفن بنا دینا ۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ابا جان! ہم اتنے بھی نہیں کہ آپ کے کفن کی چادریں بھی نہ خرید سکیں؟ مگر آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، نئی چادریں تو مُردہ بندے کی نسبت زندہ بندے کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ دل میں کتنی تواضع ہے کہ اپنے کفن کے لئے پرانی چادروں کی وصیت کر کے جا رہے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خشیت الٰہی:

ان کو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارتیں دی ہوئی تھیں مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی جلالت شان سے ڈرتے تھے۔ بیٹھ کر کہتے تھے کہ اے کاش! مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا، میں کسی مومن

کے بدن کا بال ہوتا، میں پرندہ ہوتا، میں گھاس کا کوئی تنکا ہوتا۔ ہمارے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہئے تا کہ ہم گناہوں سے بچ کر نیکی کی زندگی گزار سکیں۔

لمحہ فکریہ:

میرے عزیز دوستو! ہم اپنی پہلی زندگی جیسے گزار چکے سو گزار چکے۔ وہ وقت کب آئے گا جب ہم سچی توبہ کریں گے۔ اپنے مالک کے سامنے اپنے دل کے اندر سے یہ عہد کریں گے کہ پروردگار! آج ہم تمام گناہوں سے بری ہوتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، معافی چاہتے ہیں، میرے مالک! سر پر بہت بوجھ اکٹھے کر چکے ہیں۔ اللہ! آج ہم سچے معنوں میں توبہ کر کے آپ سے معافی کے طلبگار ہیں۔ میرے مالک! ہم گھروں کے اندر گناہوں بھری زندگی گزارتے رہے، یہ تیرے نیک بندوں کی محفل ہے، کوئی اپنی زندگی کی تہجّد لے کر آیا، کوئی مراقبے لے کر آیا، تہلیل لسانی اور تہلیل خفی لے کر آیا، ان کی برکت سے ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ یا اللہ! اس محفل میں بعض وہ دوست بھی ہیں جو خطوط لکھتے ہیں کہ حضرت! ستائیس سال سے اوّابین کبھی قضا نہیں ہوئی، وہ لوگ بھی ہیں جن کی گیارہ گیارہ سال سے تہجّد کبھی قضا نہیں ہوئی، وہ لوگ بھی ہیں جن کا روزانہ دس ہزار مرتبہ کلمہ کا ذکر کرنا معمول بنا ہوا ہے، بلکہ ایک خوش نصیب ایسے بھی ہیں جنہوں نے خط میں لکھا، حضرت! میرا کوئی بھی ہفتہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دیدار سے خالی نہیں گزرتا۔ یا رب کریم! ان حضرات کی برکت سے ہمارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دے۔

اگر آج کی اس محفل میں ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگیں گے تو ہماری بگڑی بن جائے گی۔ گھر جا کے معافی مانگیں گے تو ایک ملزم معافی مانگ رہا ہوگا، معلوم نہیں کہ اتنے گناہوں کو معاف کریں گے یا نہیں کریں گے لیکن یہاں تو نیک لوگ موجود ہیں، نیکوں کی بستی میں چل کر جانے والا اگر راستے میں مر جاتا

ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھی مغفرت کر دیتے ہیں اور ہم تو چل کر یہاں پہنچ چکے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم دل کی گہرائیوں سے کہیں کہ اے میرے مولا! ہماری اس حاضری کو قبول کر لیجئے اور ہماری اس توبہ کو قبول فرما کر ہمیں آئندہ نیکی اور پرہیزگاری کی زندگی نصیب فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ